بچوں کی نفسیاتی تربیت: اسلامی تعلیمات کے تناظر میں

Psychological look after of children in Islamic Perspective

ڈاکٹر کریم داد[i] ممتاز خان[ii]

Abstract

The peace has a due significance in Islamic teachings. The maintenance of peace is directly related to the attitude, manners and actions of people. If they bear good moral capacity, the society will grow up and will become a centre of peace and comfort. On the other lack of moral values and destructive mentality violet the peace and solidarity. In this regard the character building of people especially of the growing up class is more necessary as the children is the asset of a nation.

There are some psychological disabilities in children such as fear, anger, inferiority complex and shame etc which effect their future. In this article we have tried to point out these psychological disabilities their causes and solution in light of Islamic teachings.

***Key words**:Children, Psychological,Dis abilities, Fear, anger ,Islamic teachings*

بعض لوگوں کے اخلاق بہت اچھے ہوتے ہیں۔ تخلیقی مزاج رکھتے ہیں۔ دوسروں کی بھلائی اور تعمیر وترقی کا سوچتے ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس بعض بے حد شریر اور برے اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔ ہر وقت تخریبی سوچ وفکر اور دوسروں کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوتے ہیں۔ اخلاق وعادات میں یہ تضاد کیوں ہوتا ہے؟ جن کی وجہ سے عملی مظاہروں میں بھی تضاد نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ اس کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ اخلاق کی اچھائی اور برائی کا انحصار خاندان پر ہے۔ اگر کسی شخص کا خاندان اور قبیلہ بڑا، مالدار اور حسب ونسب والا ہے، تو یہ شخص بھی اچھا ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii ایم فل سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

خاندان اور قبیلہ کمتر اور مفلس ہے، معاشرہ میں اس کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے تو اس خاندان کے افراد کے اخلاق وعادات بھی اچھے نہیں ہوں گے اور ان سے عموماً برے مظاہروں کا ارتکاب ہوگا۔

اس کے برعکس ایک رائے یہ ہے کہ اخلاق وعادات کی اچھائی اور برائی کا انحصار تربیت پر ہے۔ اگر کسی شخص کی تربیت اچھے اور تعلیمی ماحول میں ہوئی ہے تو ضرور اس کے اخلاق وعادات اچھے ہوں گے۔ تعمیری اور مثبت سوچ کا مالک ہوگا اور دوسروں کی فلاح وبہبود کا خیال رکھے گا۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص جو برے ماحول میں پلا بڑا ہے، لڑائیوں، جھگڑوں، مظالم اور سختیوں کے ماحول میں اس کی نشوونما ہوئی ہے تو اس کی طبیعت میں بھی سختی اور اخلاق وعادات بھی برے ہوں گے اور تخریبی مزاج اور فکر کا حامل ہوگا۔ اس کی شخصیت پر ملکیت کے مقابلے میں بہیمیت غالب ہوگی۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے مسلم معاشرے کا امن وسکون بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اسے برقرار رکھنے پر بہت زور دیا گیا ہے اور اسی کو بجالانے کے لیے اسلامی سزائیں (حدود وتعزیرات) مقرر کی گئی ہیں۔ معاشرے کا امن افراد پر منحصر ہے۔ اگر افراد اچھے اخلاق وعادات والے اور امن پسند ہیں تو معاشرہ پرامن ہوگا۔ اور اگر معاشرے کے افراد برے اخلاق وعادات والے، شریر اور مفسد ہیں تو معاشرے کا امن وسکون برباد ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام افراد کی صحیح تربیت ہو جائے بالخصوص بچوں کی تربیت اور نشوونما پر توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ یہی بچے کل کے معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔

بچہ مربی اور والدین کے پاس ایک امانت ہوتا ہے۔ اسلام انہیں اس کی روحانی صحت اور نفسیاتی تربیت کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کے ذہن میں اچھی صفات اور عادات پیدا کرنے اور برے خصائل سے بچانے کا درس دیتا ہے۔ بچے کی نفسیاتی تربیت اس لیے ضروری ہے تاکہ بڑا ہو کر محاسن اخلاق کا پیکر بنے اور رذائل اخلاق سے اجتناب کرے۔ اسی طرح اس کی شخصیت کمال کا درجہ چھو کر اچھے طریقے سے واجبات کی ادائیگی کرے۔ ذیل میں چند بری خصلتوں (ظاہری شرم، ظاہری خوف، احساس کمتری، حسد اور غصہ) اور ان کے اسباب کا تذکرہ کیا جاتا ہے نیز اسلامی شریعت میں ان کے علاج پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

1. ظاہری شرم

ظاہری شرم بچوں میں ایک صفت ہوتی ہے جس کی ابتدائی علامات چارماہ کی عمر سے ظاہر ہوتی ہیں اور جب بچہ سال کا ہو جاتا ہے تو اس میں یہ شرمندگی نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ کیونکہ جب ایک ناآشنا شخص اس سے باتیں کرتا ہے تو وہ چہرہ دوسری طرف مڑتا ہے یا آنکھیں بند کرتا ہے اور یا ہاتھ چہرے پر رکھتا ہے۔ تین سال کی عمر میں جب کسی پرائے گھر میں جاتا ہے تو ماں سے ہلتا نہیں، زیادہ وقت اس کی گود میں یا اس کی ایک طرف بیٹھ کر گزارتا ہے۔ بعض بچوں میں یہ صفت کم اور بعض میں زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ جن بچوں کا پرائے لوگوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے اور ان سے ملتے ہیں تو ان میں شرم ان بچوں کی نسبت کم ہوتا ہے جو اکیلے رہتے ہیں[1]۔

بچوں کو اس بری خصلت سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں لوگوں سے ملنے کا عادی بنالیں، مہمانوں اور دوستوں سے ملوایا جائے۔ اسی طرح انہیں دوسروں کے سامنے باتیں کرنے کا کہا جائے۔ اس سے ان کی ظاہری شرمندگی کم ہوگی اور ان میں خوداعتمادی پیدا ہو کر دلیری کے ساتھ بات کریں گے اور حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ہمارے اسلاف بھی بچوں کو ظاہری شرم سے بچانے اور ان میں بہادری کی صفت پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

مثلاً: عبداللہ بن عمرؓ بلوغت سے پہلے کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> إن من الشجر شجرة لا يسقط ورقها، وإنها مثل المسلم، فحدثوني ما هي» فوقع الناس في شجر البوادي ووقع في نفسي أنها النخلة، فاستحييت، ثم قالوا: حدثنا ما هي يا رسول الله قال:«هي النخلة» فلماقمناحدثت أبى بما وقع فى نفسى ،فقال:لأن تكون قلتها أحب الى من أن يكون لى حمر النعم[2]

> "مسلمان کی مانند ایک سدابہار درخت ہے۔ بتاؤ وہ کیا ہے؟ لوگ صحرا کے درختوں میں سوچنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور ہے، مگر حیاءً خاموش رہا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ بتائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھجور ہے۔ اٹھنے کے بعد میں نے باپ کو دل کی بات بتائی تو اس نے کہا کہ آپ اس وقت کہتے تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ اچھا لگتا۔"

اسی طرح سہل بن سعد کی ایک روایت ہے:

أن رسول اللهﷺ، أتي بشراب فشرب منه، وعن يمينه غلام، وعن يساره أشياخ،فقال للغلام: «أتأذن لي أن أعطي هؤلاء؟» فقال الغلام: لا والله، لا أوثر بنصيبي منك أحدا[3]

"آپ ﷺ کو پینے کے لیے پانی لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پیا تو دائیں طرف بیٹھے ایک لڑکے سے کہا: اگر تیری اجازت ہو تو بائیں طرف بیٹھے ان بزرگوں کو دے دوں؟ تو اس نے کہا کہ میں آپ کے بارے میں اپنا حصہ کسی کو نہیں دیتا۔"

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف اپنے بچوں کی نفسیاتی تربیت کا بڑا خیال رکھتے تھے اور انہیں اپنے دوستوں اور مہمانوں سے ملواتے، اپنے ساتھ اجتماعات اور علمی مجالس پر لے جاتے اور انہیں لوگوں کے سامنے بات کرنے پر ابھارتے۔ یہ سب اس لیے کرتے کہ ان سے ظاہری شرم ختم ہو کر ان میں بہادری اور جرأت کی صفت پیدا ہو جائے۔

2. شرم اور حیا میں فرق

بچوں کا دوسروں کے ملنے سے جھجک محسوس کرنا اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا ظاہری شرم ہے، جبکہ حیا کا مطلب اسلامی آداب اور شرافت کا التزام اور خیال رکھنا ہے۔ بچوں کو ابتدائی عمر سے برائی اور گناہ کے امور سے اجتناب کرنے کا عادی بنانے کو ظاہری شرم نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح بچوں کو بڑوں کی عزت کرنے، محرمات سے بچانے، زبان، کان اور آنکھ کو صحیح استعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضامندی کے حصول میں وقت گزارنے پر ابھارنے کو شرم نہیں کہا جاتا، بلکہ یہی حیا شمار ہوتا ہے۔ حیا کی یہی صفت نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان کی ہے، ارشاد ہے:

استحيوا من الله حق الحياء. قال: قلنا: يا رسول الله إنا نستحيي والحمد لله، قال: ليس ذاك، ولكن الاستحياء من الله حق الحياء أن تحفظ الرأس وما وعى، والبطن وما حوى، ولتذكر الموت والبلى، ومن أراد الآخرة ترك زينة الدنيا، فمن فعل ذلك فقد استحيا من الله حق الحياء[4].

"اللہ سے حیاء کرو جیسا کہ حق ہے۔ ہم نے کہا: الحمد للہ ہم حیاء کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حیاء یہ نہیں، بلکہ اللہ سے صحیح حیاء یہ ہے کہ سر، پیٹ اور ان کے متعلقات کی حفاظت کرے۔ موت کو یاد کرے، جو آخرت کا ارادہ کرے وہ دنیوی زیب وزینت کو چھوڑ دیتا ہے۔ جس نے ایسا کیا تو اس نے اللہ سے صحیح معنوں میں حیاء کیا۔"

حیا مطلوب اور ظاہری شرم معیوب ہے۔اسلامی تعلیمات کی رو سے مربی پر لازم ہے کہ بچوں کی روحانی تربیت کر کے انہیں حیادار بنائیں اور ظاہری شرم ان سے دور کریں۔

3. ظاہری خوف

ظاہری خوف ایک طبعی حالت ہوتی ہے جو چھوٹے بڑوں، مرد و عورت سب کو پیش آتی ہے۔جب یہ طبعی حدود کے اندر ہو تو بچوں کے لیے مفید بھی ہوتا ہے۔کیونکہ اس کی وجہ سے وہ کئی حوادث اور خطرات سے محفوظ ہوتے ہیں، لیکن جب یہ زیادہ ہو جائے تو پھر نقصان دہ ہے، جس کا علاج ضروری ہے۔

بچوں کے ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ بچہ ایک سال کا ہونے سے پہلے پہلے اس میں ظاہری خوف کے علامات ظاہر ہو جاتے ہیں مثلاً؛اچانک کوئی چیز گرنے یا تیز آواز سننے سے ڈرتا ہے۔تقریباً چھ مہینے کی عمر سے حیوانات، گاڑی، پانی اور یا گہرائی سے اس کا خوف محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔عام طور پر بچوں کی نسبت بچیوں میں یہ ظاہری خوف زیادہ ہوتا ہے۔کیونکہ وہ زیادہ حساس ہوتی ہیں۔ ظاہری خوف بڑھنے کے کئی اسباب ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

- ماں کا اپنے بچے کو تاریکی، صورت یا نا آشنا چیزوں سے ڈرانا۔
- ماں کا زیادہ حساس اور تنگ نظر ہونا۔
- بچوں کو چار دیواری کے اندر بڑھانا اور معاشرے سے الگ تھلگ رکھنا۔
- بچوں کو جنات اور بلاؤں کے خیالی قصے سنانا۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں میں ظاہری خوف کم کرنے کے لیے درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:

أ. اللہ و رسول کی اطاعت

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور نیکیوں میں بچوں کی نشو و نما ہونی چاہیئے، کیونکہ جب کوئی بچہ ایمانی کیفیت میں بڑا ہو جاتا ہے اور بدنی عبادات کا عادی بن جاتا ہے تو آزمائش اور مصیبت میں جزع فزع (آہ و فریاد) نہیں کرے گا اور صبر کا دامن تھامے رکھے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ[5]

"کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے۔ مگر نمازی جو نماز کا التزام کرتے ہیں[6]۔"

ب. تصرف کی آزادی

بچے کو اس کی صلاحیت کے مطابق تصرف کی آزادی دینی چاہیئے اور اسے مختلف امور سے آشنا کرنا چاہئیے۔ پھر اسے ذمہ دار بنایا جائے، تاکہ اس حدیث کے عموم میں آجائے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

«کلکم راع ومسئول عن رعیته»[7]

"تم سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

ت. ڈرانے سے اجتناب

بچہ جب روتا ہے تو اسے بلاؤں وغیرہ سے نہیں ڈرانا چاہیئے، تاکہ ڈراؤنی کیفیت سے نکل کر بہادری اور جرأت کی حالت میں بڑا ہو جائے تو اس سے ایک بڑا آدمی بن جائے گا۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کو بھی مطلوب ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«المؤمن القوي، خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف[8]

"قوی مؤمن اللہ تعالیٰ کے ہاں ضعیف مؤمن سے زیادہ محبوب اور بہتر ہے۔"

بچوں کو لوگوں سے ملوایا جائے، انہیں اجتماعات میں لے جایا جائے اور انہیں لوگوں کے سامنے باتیں کرنے دیا جائے۔ اس سے ان کے دلوں سے لوگوں کا رعب اور خوف نکل کر انہیں لوگوں کی محبت کا اندازہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

«الْمُؤْمِنُ إِلْفٌ مَأْلُوفٌ، وَلَا خَيْرَ فِي مَنْ لَا يُأْلَفُ، وَخَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ»[9]

"مؤمن محبت کرنے اور محبت لینے والا ہوتا ہے، اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو محبت نہیں کرتا۔ لوگوں میں بہتر وہ ہے جو انہیں زیادہ مفید ہو۔"

بہتر یہ ہے کہ بچہ جس چیز سے ڈر محسوس کرتا ہے اس سے زیادہ مانوس کیا جائے۔ بچوں کو غزوات نبوی اور اسلاف کی بہادری کے قصے سنانے چاہئیے۔ صحابہ کرام، تابعین، مسلم سپہ

سالاروں اور فاتحین کے اخلاق اپنانے کا درس دینا چاہیئے، تاکہ بہادری اور اعلاء کلمۃ اللہ کی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں:

كنا نعلم أولادنا مغازي رسول الله كما نعلمهم السورة من القرآن

"ہم اپنی اولاد کو قرآنی سورتوں کی طرح آپ ﷺ کے غزوات کی تعلیم بھی دیتے تھے۔"

حضرت عمرؓ فرماتے تھے:

علموا أولادكم الرماية والسباحة, ومروهم فليثبوا على الخيل وثباً[10]

"بچوں کو تیر اندازی، تیراکی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔"

اسلامی تاریخ کے درج ذیل واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام بچوں کو بہادر بنانے پر کتنا زور دیتا ہے۔ مثلاً!

- جب مسلمان جنگ احد میں کافروں کے مقابلے کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے ان میں نابالغ لڑکوں کو بھی پایا جنہیں شفقت کی بنا پر آپ ﷺ نے واپس کیا۔ ان میں رافع بن خدیجؓ اور سمرہ بن جندبؓ بھی تھے۔ پھر رافعؓ کو اس بناپر اجازت دے دی گئی کہ وہ بہترین تیر انداز تھے۔ سمرہؓ خفا ہو کر رونے لگے اور کہا کہ میں رافع کو کشتی میں گرا سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دونوں کا مقابلہ کیا تو سمرہ غالب آئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اسے بھی اجازت دے دی[11]۔
- ابوجہل کو دو کم عمر نوجوانوں نے غزوہ بدر میں قتل کیا تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں عبدالرحمن بن عوفؓ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ان دو نوجوانوں کے درمیان کھڑا تھا۔ دونوں ابوجہل کو قتل کرنے کے لیے بے تاب تھے اور مجھ سے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ میں بتاتے ہی دونوں اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا[12]۔

صحابہ کرام کے بچوں کی بہادری اور شجاعت کی یہ حالت ان کی بہتر تربیت کی وجہ سے تھی جو انہوں نے مسلمان گھرانوں، مجلس نبوی ﷺ اور بہادر مؤمنوں کے معاشرے میں حاصل کی تھی۔ ان کی تو یہ حالت تھی کہ مائیں اپنے بچوں کو جہاد کے لیے پیش کرتیں اور شہادت کی صورت میں ان پر فخر محسوس کرتیں۔ جیسا کہ ایک ماں بچے کی شہادت کے موقع پر کہتی ہیں:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي شَرَّفَنِي بِقَتْلِهِمْ، وَأَرْجُو رَبِّي أَنْ يَجْمَعَنِي بِهِمْ فِي مُسْتَقَرِّ رَحْمَتِهِ[13]

"میرے بچوں کو شہادت ملنے پر اللہ تعالی کا شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالی سے امید ہے کہ قیامت کو مجھے اور انہیں اپنی جوار رحمت میں جمع فرمائے گا۔"

4. احساس کمتری

احساس کمتری ایک نفسیاتی بیماری ہے جو بچوں میں عموماً ڈانٹنے، زیادہ محبت اور توجہ دینے، اولاد میں فرق کرنے، بدنی کمزوری، یتیمی اور فقر کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔۔ ان کی زندگی پر اس کے بڑے خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ والدین اور مربیین کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کو احساس کمتری جیسی بری خصلت سے بچائیں۔ ذیل میں احساس کمتری کے ان اسباب اور ان کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

أ. بچے کو ڈانٹنا اور ذلیل ورسوا کرنا

احساس کمتری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر بچہ ایک دفعہ کوئی غلطی کرتا ہے تو پھر اسے اسی نام سے پکارا جائے، مثلاً؛ چور، دھوکے باز وغیرہ۔ اسی طرح دوسرے بہن بھائیوں، رشتہ داروں یا اس کے دوستوں کے سامنے اسے برا بھلا کہنا۔ اس کی وجہ سے بچہ اپنے آپ کو کمتر خیال کرتا ہے اور دوسروں کے لیے اس کے دل میں بغض اور نفرت پیدا ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں کو غلطی کرنے پر نرمی سے سمجھانا چاہیئے۔ یہ آپ ﷺ کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ ابوامامہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان نے آکر آپ ﷺ سے بدکاری (زنا) کی اجازت طلب کی۔ لوگ اس پر چیخ پڑے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لاؤ، وہ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو اپنی ماں کے لیے یہ پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں کے لیے نہیں چاہتے۔ اس طرح آپ ﷺ نے اس کی بیٹی، بہن، خالہ اور پھوپھی سب کو ذکر کیا اور اس نے انکار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اپنی بیٹی، بہن وغیرہ کے لیے یہ پسند نہیں کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر دعا کی کہ اے اللہ! اس کا دل پاک کرے، اس کے گناہ

بخش دیں اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا پھر اس کے دل میں بدکاری سے بری اور کوئی چیز نہیں تھی[14]۔

ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کیا۔ لوگ غصہ ہو کر اسے مارنا چاہتے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ کر پیشاب پر ایک ڈول پانی ڈالو، تم آسانی پیدا کرو گے سختی نہیں[15]۔

ب. زیادہ محبت

زیادہ محبت بھی بچوں میں نفسیاتی اور اخلاقی کمزوریاں پیدا کرتی ہے۔ یعنی جب والدین بچے کے ساتھ محبت میں اعتدال سے کام نہیں لیتے، اس کی غلطیوں پر تنبیہ نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اور اس پر کسی قسم کی ذمہ داری یا بوجھ نہیں ڈالتے، تو یہ بچہ بڑا ہو کر دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ہر میدان میں پیچھے رہے گا۔ خود اعتمادی اس میں نہیں ہوگی، صبر و برداشت کا مادہ نہیں ہوگا۔ کسی بچے کے ساتھ زیادہ محبت کی وجوہات میں سے یہ ہے کہ یا تو یہ بچہ شادی کے کئی سال بعد کافی مشکلات سے ملا ہوگا، یا کئی لڑکیوں کے بعد پیدا ہوا ہوگا اور یا کسی مہلک بیماری کے بعد یہ بچہ ٹھیک ہوا ہوگا۔

زیادہ محبت کے ان مذکور اسباب کے بارے میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ والدین کو تقدیر پر پختہ ایمان رکھنا چاہیئے کہ بچے دینا یا بانجھ رکھنا یا انہیں مالداری یا فقر میں مبتلا کرنا اور صحت و بیماری یہ سب اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور قضا سے ہوتا ہے۔ بندے پر صرف آزمائش ہے۔ لہٰذا نعمت پر بہت زیادہ خوش اور غم پر بہت زیادہ خفا نہیں ہونا چاہیئے۔ یعنی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ[16]

"کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ (اور) یہ (کام) خدا کو آسان ہے۔ تاکہ جو (مطلب) تم

سے فوت ہو گیا ہو اس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اترایا نہ کرو۔ اور خدا کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔"

ایسی حالت میں تدریج اور احساس ذمہ داری کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی بچے کی تادیب میں تدریج ہونی چاہئیے۔ اگر نصیحت کافی ہو تو مربی کے لیے جدائی جائز نہیں۔ اسی طرح اگر جدائی مفید ہو تو پھر ضرب کی اجازت نہیں، لیکن اگر بچے کی اصلاح میں وعظ اور ہجروزجر کارگر ثابت نہ ہو تو پھر ضرب غیرمبرّح کی طرف آئے گا۔ جیسا کہ بیوی کی نشوز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ [17]

"جو بیویاں تمہاری نافرمانی کرتی ہیں تو (پہلے) ان کو (زبانی) سمجھاؤ (اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے ساتھ سونا ترک کر دو۔ اس سے بھی نہ سدھریں تو مارو۔"

اسی طرح بچوں کی تربیت سختی، خود اعتمادی، ذمہ داری اور ادبی ہمت سے ہونی چاہیئے۔ سختی کا مطلب یہ ہے کہ ناز و نعم سے بچے کو نہیں پالنا چاہیئے، کیونکہ معاذ بن جبلؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"إياك والتنعم؛ فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين[18]

اسی طرح خود اعتمادی اور ذمہ دارانہ سوچ پیدا کرنے کے لیے بچوں کی تربیت کرنی چاہیئے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته،[19]

یہ عام ہے چھوٹا بڑا، مرد و عورت اور حاکم و محکوم سب اس میں داخل ہیں۔

ادبی ہمت کے لیے بچے کی تربیت ضروری ہے کہ بچہ ہر حال میں مطیع و فرمان بردار رہے اور دین کے معاملے میں کسی کی پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں:

بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة في المنشط والمكره، وأن لا نخاف في الله لومة لائم[20]

"ہم نے خوشی و غم دونوں احوال میں آپ ﷺ کی اطاعت کرنے پر آپ ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی، اور اس بات پر بھی کہ اللہ کے حکم میں کسی کی پشیمانی کی پرواہ نہیں کریں گے۔"

اس بیعت کا حکم بھی عام ہے چھوٹوں، بڑوں، مرد و عورتوں سب کو شامل ہے۔ یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی اولاد کی تربیت کریں۔ تاکہ یہ بچے اچھے اخلاق سیکھ کر معاشرے میں مفید انسان بنے۔

ت. اولاد میں فرق کرنا

اولاد میں کسی ایک کو ترجیح دینا بھی بچوں کے بگڑنے کا سبب بن سکتا ہے، چاہے یہ ترجیح بچوں کو کچھ دینے میں ہو یا ان سے محبت میں ہو۔ اس کی وجہ سے بچوں میں حسد شروع ہو جاتا ہے اوران کے درمیان جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں، خوف میں مبتلا ہوتے ہیں اور انہیں نفسیاتی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ اولاد کے درمیان مساوات سے کام لینا چاہئے۔

رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ حکمت والے اور عظیم مربی ہیں۔ آپ ﷺ نے والدین کو حکم دیا کہ اللہ تعالی سے ڈریں اور بچوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں۔ ارشاد ہے:

ساووا بين أولادكم في العطية[21]

امام مسلمؒ نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے، کہتے ہیں کہ میرا باپ مجھے آپ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا کہ میں نے اپنا غلام اس بیٹے کو دے دیا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے تمام بیٹوں کو اس طرح کے غلام دیئے ہیں تو اس نے کہا؛ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بھی واپس لے لو[22]۔

کبھی کبھار کسی بچے کے ساتھ عدم محبت اور اس کی طرف توجہ نہ دینے کے کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں۔ مثلاً بچہ اس جنس سے ہو جس میں جہالت کی وجہ سے رغبت نہیں رکھی جاتی ہے یعنی لڑکی ہونا، یا بچے میں ذکاوت اور جمال کا فقدان ہو، یا بچہ جسمانی اور ظاہری آفات کا شکار ہو وغیرہ۔ لیکن شریعت کی نظر میں ان سارے پیدائشی اسباب کی وجہ سے بچے کو ناپسند کرنے اور اس پر اس کے بھائیوں کو برتری دینے کا وجہ جواز پیدا نہیں ہوتا۔

اگر کوئی لڑکی پیدا ہوئی ہو تو اس میں بچی کا کیا گناہ ہے؟ اگر کسی بچے کا چہرہ بدصورت ہے تو اس میں اس کا کیا جرم ہے؟ اگر کوئی بچہ ذہین وفطین پیدا نہ ہو تو اس میں اس کا کیا قصور؟ اگر بچپن میں کسی بچے کو ظاہری اور جسمانی آفات پہنچ جائیں تو اس میں اس کی کونسی ذمہ داری بنتی ہے؟

اگر مربیین اپنے بچوں کو اخلاقی برائیوں سے بچانا چاہتے ہیں اور ان کے دلوں کو بغض، حسد اور فساد سے پاک رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں آپ ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنا چاہیے، جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔اللہ تعالیٰ نے جسے بیٹیاں اور بیٹے دی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہو جائیں اور اپنی اولاد کے ساتھ محبت، اخوت ، عفوودرگزر اور مساوات کا معاملہ کریں تاکہ وہ انصاف، نظر رحمت، سچی محبت اور برابر حسن سلوک کے سایہ میں پروان چڑھیں۔

ث. بدنی کمزوری

جہاں تک جسمانی آفات کا تعلق ہے تو یہ بھی ان عوامل میں سے ہیں جو بچے کو احساس کمتری میں مبتلا کرتے ہیں۔اگر کوئی بچہ بچپن سے جسمانی نقصان میں مبتلا ہے۔جیسے کانا، بہرہ یا فضول باتیں کرنا، یا زبان میں ہکلاہٹ کا ہونا۔تو مناسب یہ ہے کہ اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے لوگ(ماں، باپ، بہن بھائی، رشتہ دار، پڑوسی اور دوست) اس کے ساتھ نرمی اور محبت کا رویہ اختیار کریں اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا أهل الأرض يرحمكم من في السماء[23]

"مہربانی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے۔زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا آپ پر رحم کرے گا۔"

لیکن اگر کسی کانے، بہرے، مدہوش یا ہکلانے والے کو اس طرح مخاطب کیا جائے کہ اے کانے،اے بہرے، اے دیوانے، اے گونگے۔تو یہ ظاہری بات ہے کہ اس سے اس میں احساس کمتری پیدا ہوگی ،اور اس میں کوئی تعجب نہیں کہ وہ نفسیاتی کشمکش میں مبتلا ہوگا۔معاشرے کو ناپسند کرے گا اور زندگی کو منحوس سمجھے گا۔ان کی طرف رحمت اور محبت کی نظر سے دیکھا جائے انہیں خصوصی توجہ دی جائے اور ان کو یہ احساس دلایا جائے کہ ذہانت ، تجربہ ،چستی اور زندگی کے دوسرے معاملات میں وہ اچھے ہیں۔انہیں اس طرح احساس دلانے سے ان کے اندر احساس کمتری ختم ہو جائے گی اور اطمینان کے ساتھ تعمیری کاموں میں لگ جائیں گے۔دوسری بات یہ ہے کہ کسی کو بھی ان بچوں کی تحقیر اور مذاق اڑانے نہ دیا جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[24]

"مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں) ممکن ہے کہ وہ ان سے اچھی ہوں۔ اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔"

آپ ﷺ نے بھی ان چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا ہے جو انسانیت کی عزت کو مجروح کرتی ہیں اور جو کسی شخص کی عزت کو نقصان پہنچاتی ہیں اور اجتماعیت کو ختم کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إن العبد ليتكلم بالكلمة من رضوان الله، لا يلقي لها بالا، يرفعه الله بها درجات، وإن العبد ليتكلم بالكلمة من سخط الله، لا يلقي لها بالا، يهوي بها في جهنم[25]

ایک اور ارشاد ہے:

لا تظهر الشماتة لأخيك فيرحمه الله ويبتليك[26]

آپ ﷺ نے عائشہ صدیقہؓ کو بھی کسی کی اہانت سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

حسبك من صفية كذا وكذا، قال غير مسدد: تعني قصيرة، فقال: «لقد قلت كلمة لو مزجت بماء البحر لمزجته[27]

تیسری بات یہ ہے کہ بچے کو تعلیمی ماحول فراہم کیا جائے اور یہ سکول میں ان بچوں کے ساتھ ہونا چاہیئے جن کے اخلاق اچھے اور خصلتیں عمدہ ہوں۔ کیونکہ بچے ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

عرامة الصبي في صغره زيادة في عقله في كبره

مطلب یہ ہوا کہ مربی کے لیے اپنے معذور بچے کی دیکھ بھال کے لیے کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے، چاہے وہ بچے کے ساتھ لطف وکرم کا معاملہ ہو یا اسے توجہ دینا ہو یا اسے اس ماحول سے بچانا ہو جہاں پر اس کی تحقیر کی جاتی ہو یا اسے محبت اور تعلیمی ماحول کی فراہمی ہو۔ پھر یہ بچہ احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو گا اور معاشرہ کے لیے کارگر ثابت ہو گا۔

ج. یتیم ہونا

بچہ بگاڑنے میں خطرناک محرک یتیم ہونا ہے۔ خاص کر اس وقت جب اس کا خیال نہ رکھا جاتا ہو، اس کے غموں کا مداوا نہ کیا جاتا ہو اور اس کو شفقت کی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا ہو۔

اسلام نے یتیم بچے کی تربیت کا خصوصی اہتمام کیا ہے کہ اس کے ساتھ اچھا معاملہ کیا جائے اور اس کی بہتر زندگی کے بارے میں سوچا جائے تاکہ وہ معاشرے کے لیے کارآمد فرد ثابت ہو اور اپنی ذمہ داریاں اور واجبات اچھے طریقے سے ادا کرے۔ اسلامی تعلیمات میں یتیم پر غصہ نہ کرنے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ[28] "تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا۔"

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين» ، وأشار بأصبعيه يعني: السبابة والوسطى[29]

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے، درمیانی اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا۔"

یتیم کی پرورش اور کفالت کرنا بنیادی طور پر رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ یتیم کے احوال کا جائزہ لیں اور اس کے ساتھ رحمت اور شفقت سے پیش آئیں اور اس کو یہ احساس دلائیں کہ وہ ان کے بچوں کی طرح ہے۔ اگر رشتہ داروں میں تربیت کرنے والے موجود نہ ہو تو پھر یہ اسلامی مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ یتیموں کی اچھی طرح پرورش کرے۔

ح. فقر

کج روی اختیار کرنے کا ایک بڑا عنصر غربت بھی ہے۔ جب بچہ ہوش سنبھالتا ہے تو اپنے آپ کو تنگدستی اور غربت میں پاتا ہے۔ یہ معاملہ اس وقت زیادہ سخت ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے رشتہ داروں، پڑوس کے بچوں اور ساتھیوں کو آسودہ حال پاتا ہے تو وہ غمگیں ہو جاتا ہے کہ اسے پیٹ بھرنے کے لیے روٹی اور پہننے کے لیے کپڑا نہیں ملتا۔ جس بچے کی ایسی حالت ہو تو اس سے ہم کیا توقع کر سکتے ہیں؟ لازمی طور پر وہ معاشرے کو حقارت کی نظر سے دیکھے گا اور معاشرتی خرابیوں میں

مبتلا ہوگا۔اس کی امید، ناامیدی میں بدل جائے گی۔اسی طرح کی غربت سے آپ ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ[30]

ایسی صورت حال میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ انسانیت کا احترام کیا جائے۔یعنی اسلام نے ہر قسم، ہر رنگ ،اور ہر طبقہ کے لوگوں کو برابر قرار دیا کہ وہ عزت واحترام میں ایک جیسے ہیں۔اگر کسی کو ترجیح ہے تو وہ تقویٰ اور نیک عمل کی وجہ سے ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ[31]

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔"

اسلام شکلوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم، ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم[32]

"کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔"

دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے غریبوں کے مشکلات حل کرنے کے لیے تکافل کا اصول جاری کیا جو آج کے دور میں بشری طاقت کے مطابق بہت مناسب ہے۔غربت کے خاتمے کے لیے اسلام نے زکوٰۃ کا نظام شروع کیا جس کی ذمہ داری حکومتِ اسلامیہ کی ہے اور اسے فقراء، مساکین، مسافروں، قرض داروں اور غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا جائے گا۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إن الله فرض على أغنياء المسلمين في أموالهم قدر الذي يسع فقراءهم،ألا وإن الله محاسبهم يوم القيامة حسابا شديدا، ومعذبهم عذابا نكرا[33]

اس شخص کو حقیقی مسلمان نہیں سمجھا جاتا جو سیر ہو کر رات گزارے اور اس کے پڑوس میں اس کا ہمسایہ بھوکا ہو اور اس کو اس کا علم ہو۔آپ ﷺ فرماتے ہیں:

ما آمن بي من بات شبعانا وجاره جائع إلى جنبه وهو يعلم به[34]

بلکہ اس کی حاجت پوری کرنا اوراس کوخوش کرنااللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے کاذریعہ ہے اور بہترین عمل ہے۔آپ ﷺ کاارشاد ہے:

إن أحب الأعمال إلى الله بعد الفرائض إدخال السرور على المسلم[35]

تنگی کے وقت بھوکے اور محروم کی حاجت پوری کرنااہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔

اسلام نے ہر نومولود مسلمان کے لیے خاندانی معاوضے کا قانون شروع کیا،چاہے وہ حکمران کابیٹاہویاملازم کایاکاریگر کایارعایاکا۔ابوعبید نے "کتاب الاموال" میں ذکر کیاہے کہ عمر بن خطابؓ نے ہر نومولود کے لیے سو(۱۰۰)درہم کاوظیفہ مقرر کیاتھا۔جوں ہی بچہ بڑاہوتاتواس کے وظیفے میں اضافہ ہوتاتھا۔عمرؓ کے بعد عثمانؓ، علیؓ اور دوسرے خلفاء کے دور میں بھی یہ طریقہ جاری رہا۔یہ اس باطنی تربیت کے علاوہ ہے جو مسلمانوں کے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہے اور جس کی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ایمانی جذبے، رغبت اور اپنے اختیار سے دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

خ. حسد

کسی دوسرے شخص سے نعمت کے زوال کی آرزو حسد ہے۔یہ خطرناک معاشرتی بیماری ہے۔مربیین کوچاہیے کہ اس بیماری سے بچوں کوبچالیں اور احتیاط کے ساتھ ان اسباب اور وجوہات پر نظر رکھیں جن کی وجہ سے بچوں میں حسد کی بیماری پیداہوتی ہے۔وہ اسباب درج ذیل ہیں:

- بچے کو یہ ڈر ہو کہ وہ اپنے گھر میں بعض امتیازات سے محروم ہو جائے گا۔مثلاً: کوئی نیابچہ پیداہوتاہے تو بڑابچہ محبت وشفقت میں تنگی محسوس کرتاہے۔
- اولاد کے درمیان براموازنہ کرنا۔جیسے کسی ایک کوذکاوت کے ساتھ متصف کرنا اور دوسرے کوکند ذہنی کے ساتھ۔
- دوبچوں میں سے کسی ایک کازیادہ خیال رکھنا۔مثلاً:ایک بچے کواٹھایاجاتاہو،اس کے ساتھ کھیلاجاتاہواوراس کوچیزیں دی جاتی ہواوردوسرے کوڈانٹا جاتاہو ، اس سے غفلت اختیار کیاجاتاہواوراس کو محروم کیاجاتاہو۔

- پسندیدہ بچے کی غلطی اور برائی سے در گزر کیا جاتا ہو اور دوسرے بچے کی سخت نگرانی کی جاتی ہو اور معمولی غلطی پر اس کو سزا دی جاتی ہے۔
- کسی بچے کا ایسے ماحول میں ہونا جہاں دوسرے بچے خوشحال اور آسودہ ہوں اور وہ محتاجی کی حالت میں ہو۔ اس کی زندگی کی حالت اچھی نہ ہو۔

ایسی صورت حال میں اسلامی طریقہ کار یہ ہے کہ حکیمانہ طریقے سے بچوں میں محبت و شفقت اور ایثار کا جذبہ پیدا کریں۔ تو پھر بچے آپس میں اتفاق و اتحاد سے رہیں گے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے۔ درج ذیل اصول حسد کے علاج کے لیے نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں۔

5. بچوں میں محبت کا احساس پیدا کرنا

رسول اللہ ﷺ خود بھی اس طرح کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کا حکم دیتے تھے۔ مثلاً امام ترمذی نقل کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يخطبنا إذ جاء الحسن والحسين عليهما قميصان أحمران يمشيان ويعثران، فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم من المنبر فحملهما ووضعهما بين يديه، ثم قال: " صدق الله [36]

امام بخاری نے الأدب المفرد میں عائشہؓ سے روایت کی ہے، آپ فرماتی ہیں:

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ[37]

مناسب یہ ہے کہ جب نیا بچہ پیدا ہو تو دوسرے بچے کو توجہ دینے میں احتیاط سے کام لیا جائے اور خاص کر ماں کو اس کی طرف توجہ دینے میں خیال رکھنا چاہیئے۔ جب ماں چھوٹے بچے کو دودھ پلاتی ہے تو بہتر ہے کہ بڑے بچے کے ساتھ کوئی کھیل کود شروع کرے اور اس کے ساتھ پیار و محبت کرے تاکہ اس کو محبت و شفقت کا احساس ہو۔ مقصد یہ ہے کہ بڑے بھائی کو یہ احساس دلایا جائے کہ وہ بھی پسندیدہ ہے اور چھوٹے بھائی کی طرح اس کی طرف بھی برابر توجہ دی جاتی ہے۔ گزری ہوئی احادیث میں مربی اعظم ﷺ نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔

6. اولاد کے درمیان عدل کرنا

یہ بات بدیہی طور پر ثابت ہے کہ مربیین جب اپنی اولاد کے درمیان عدل کرتے ہیں توان کے دلوں سے حسد کی برائی نکل جاتی ہے اور آپس میں محبت اور شفقت سے رہتے ہیں۔ گھر میں اخلاص اور محبت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ والدین اور مربیین کو بچوں کے درمیان عدل کرنے پر زور دیتے تھے، بلکہ آپ ﷺ ان لوگوں پر سخت نکیر فرماتے تھے جو بچوں کے درمیان عدل نہیں کرتے۔ جس کی چند احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

7. ان اسباب کا ازالہ کرنا جو حسد کی طرف مقتضی ہیں

مربیین کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی تربیت میں حکمت سے کام لے اور وہ اس طرح کہ حسد کی برائی دور کرنے کے لیے وہ مفید اسباب اختیار کرے۔ جب والدین بڑے بچے کو ڈانٹتے ہیں تو اس میں حسد اور کینہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ ڈانٹ اور سخت الفاظ سے اپنی زبانوں کی حفاظت کریں۔ جب کسی معاملہ میں کسی بچے کو ترجیح دیتے ہیں تو اس سے دوسرے بچوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے اور حسد پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا انہیں اولاد کے درمیان عدل ومساوات سے کام لینا چاہیے۔ تاکہ اس کی اچھی شخصیت کی تکمیل ہو جائے اور اچھی تربیت کے نتیجے میں وہ کارآمد انسان بن جائے۔

8. غصہ

غصہ ایک نفسیاتی حالت ہوتی ہے جو بچے کی زندگی کے ابتدائی ایام سے شروع ہوتی ہے اور عمر کے تمام مراحل میں اس کے ساتھ لگی رہتی ہے۔ یہ ایک فطری صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طبیعتیں، میلانات اور خاصیتیں مختلف پیدا کی ہیں۔ اس میں بڑی حکمت ہے اور معاشرے کی مصلحت اس میں پوشیدہ ہے۔ مثلاً: اپنے آپ کی حفاظت، دین کی حفاظت، عزت کی حفاظت، باغیوں کی چال اور استعماری قوتوں کی سازشوں سے وطن اسلامی کی حفاظت، یقیناً ان صورتوں میں غصہ قابل ستائش ہے جو بعض حالات میں رسول اللہ ﷺ کے فعل سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا جو اللہ تعالیٰ کے حدود میں سے کسی حد کے بارے میں سفارش

کرتا تھاتو آپ ﷺ غصہ ہوئے اور غصہ کے اثرات چہرۂ انور پر ظاہر ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمیشہ رہنے والی بات کہی۔ فرمایا:

"بے شک تم سے پہلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کر دیا کہ جب ان میں سے کوئی شریف چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیا جاتا اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے، اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"[38]۔

غصہ وہ نقصان دہ اور مذموم ہوتا ہے جو برے اثرات اور برے انجام کی طرف لے جاتا ہو اور اس قسم کے غصہ کی وجہ سے وحدت منتشر ہوتی ہے اور اجتماعیت ختم ہوتی ہے اور معاشرے میں محبت اخوت اور بھائی چارے کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اسلام نے غصہ کی خصلت کا علاج کیا ہے اور ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو غصہ پیتے ہیں اور غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتے ہیں۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

من کظم غیظا وهو يستطيع أن ينفذه دعاه الله يوم القيامة على رءوس الخلائق حتى يخيره في أي الحور شاء[39]

قرآن نے مؤمن مردوں اور عورتوں کو غصہ پینے اور برائی کا جواب نیکی سے دینے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ[40]

"اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا گرم جوش دوست ہے۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[41]

"جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

غصے کا بہترین علاج یہ ہے کہ بچے کو غصے کے دواعی اور اسباب سے بچایا جائے تاکہ غصہ اس کی عادت نہ بنے۔ غصے کے اسباب درج ذیل ہیں:

أ. بھوک

جب بھوک بھی غصہ کے دواعی اور اسباب میں سے ہے تو مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقررہ وقت پر بچے کے کھانے کا انتظام کرے۔ جب سبب نہ ہو تو مسبب کہاں سے آئے گی۔

ب. بیماری

بیماری بھی غصہ کے دواعی اور اسباب میں سے ہے۔ لہٰذا مربی پر لازم ہے کہ وہ بچے کے علاج میں کوشش کرے۔

ت. بچے کو بغیر کسی سبب کے ڈانٹنا اور اس کی اہانت کرنا

مربی کے لیے ضروری ہے کہ وہ حقارت اور بے عزتی کے کلمات سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ تاکہ نفسیاتی بیماریاں اور غصے کے اثرات بچے کے دل میں راسخ نہ ہو جائے۔ یہ بہترین تربیت ہے اور نیکی میں معاونت ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

أكرموا أولادكم وأحسنوا أدبهم[42]

ث. بچے پر غصہ کرنا

بچہ غصے میں والدین کے مشابہہ ہوتا ہے۔ والدین کے لیے ضروری ہے کہ بچوں کو حلم، بردباری اور غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو کرنے کا بہترین نمونہ فراہم کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[43]

"اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور خدا نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔"

ج. بچوں کے درمیان مساوات قائم کرنا

ایک سبب یہ بھی ہے کہ بچہ بہت زیادہ نازونخروں اورآسودگی میں پروان چڑھے تومربیین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کی محبت میں اعتدال سے کام لیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

إياك والتنعم؛ فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين[44]

ح. ہنسی، مذاق اڑانااور برے ناموں سے پکارنا

مربیین کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اسباب سے پرہیز کریں تاکہ بچے کے دل میں غصہ پیدا نہ ہو۔ قرآن نے مذاق اڑانے، بدگمانی، جاسوسی اور برے القاب سے پکارنے سے منع کیا ہے[45]۔ بچے کے حق میں غصے کا مفید علاج یہ ہے کہ غصہ ٹھنڈا کرنے میں بچے کو نبوی اصول کا عادی بنایا جائے۔ اس کے لئے درج ذیل تعلیمات مدنظر رکھی جائیں۔

اَ. غصے کی حالت میں تبدیلی

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

إذا غضب أحدكم وهو قائم فليجلس، فإن ذهب عنه الغضب وإلا فليضطجع[46]

ب. غصے کی حالت میں وضو کرنا

ارشاد نبوی ہے:

إن الغضب من الشيطان، وإن الشيطان خلق من النار، وإنما تطفأ النار بالماء، فإذا غضب أحدكم فليتوضأ[47]

ت. غصے کی حالت میں خاموشی اختیار کرنا

امام احمدؒ نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نقل کی ہے:

عَلِّمُوا، وَيَسِّرُوا، وَلا تُعَسِّرُوا، وَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْكُتْ[48]

ث. شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ دو آدمیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ایک دوسرے کو غصہ کی حالت میں برا بھلا کہتا تھا۔اس کا چہرا غصے سے سرخ ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہے تو اس کی یہ حالت ختم ہو جائے گی[49]۔

والدین اور مربیین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد اور شاگردوں کو ان اصول کی اچھی تربیت دیں۔ تاکہ وہ حلم ، بردباری اور غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو کرنے کے عادی بن جائیں۔ایک بات یہ بھی ہے کہ مربیین اپنے بچوں کو غصہ کی قباحت سمجھائیں اور ان کو یہ سمجھائیں کہ غصے کی حالت میں انسان کی آنکھیں باہر نکلتی ہیں،اس کے گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں،اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے اور چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور اس کی آواز بلند ہو جاتی ہے۔اس طرح مربیین کے لیے ضروری ہے کہ وہ انہیں غصے کے برے اثرات، خطرات اور برے نتائج سے ڈرائیں۔

غصے کی اس طرح قباحت ظاہر کرنا اور اس طور پر غصہ سے بچنا وہ طریقہ ہے جسے معاشرہ کی تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنایا اور جس کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دلوں کا علاج کروایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ألا إن الغضب جمرة تتوقد في قلب ابن آدم,ألا ترون ألى انتفاخ أوداجه,واحمرار عينيه؟فمن أحس من ذلك شيئافالأرض الأرض

ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ مربیین جب بچپن سے بچوں کو غصے کے دواعی اور اسباب سے بچاتے ہیں ۔جب وہ غصے کے علاج اور غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے نبوی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔جب وہ اپنے بچوں کو غصہ کی قباحت سمجھاتے ہیں تو یقینا بچوں کی نشو ونما اس انداز سے ہو گی کہ وہ بردباری اور عقلی توازن کے ساتھ ساتھ اپنے نفس پر قابو پائیں گے۔ بلکہ مسلمانوں کے اخلاق کی بہترین تصویر کشی کریں گے اور زندگی میں بہترین طرز سلوک اپنائیں گے۔

خلاصہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ معاشرے کو اچھی اور بہترین انسانی پیداوار دینا والدین اور مربیین کی ذمہ داری ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں اپنی اولاد کو ان نفسیاتی برائیوں (ظاہری خوف، ظاہری شرم، احساس کمتری، حسد اور غصہ) سے بچانے کی کوشش کرنی ہو گی۔ اس کے لئے اسلامی تعلیمات کا پیش کردہ طریقہ اختیار کرنا ہو گا، جس میں ان بیماریوں کے اسباب اور ان کا تدارک تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی انداز سے جن بچوں کی تربیت ہو گی تو ان میں ضرور بہادری، خاندانی شرافت، خود اعتمادی، ایثار و محبت اور بردباری جیسی عظیم صفات پیدا ہوں گی اور وہ کل کے جوان اور مستقبل کے ایسے رجال ہوں گے جو بلند ہمتی اور اچھے اخلاق سے سرشار ہوں گے۔ معاشرے کو ایسے ہی والدین اور مربیین کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 نبیل الغیرۃ، المشکلات السلوکیۃ عند الاطفال: ۱۵۳، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۰ھ

2 امام بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، کتاب العلم، حدیث (۶۱) دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ء

3 النیسابوری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الأشربۃ، باب استحباب إدارة الماء واللبن عن يمين المبتدئ، حدیث (۲۰۳۰)، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ

4 الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، أبواب صفة القيامة الرقائق والورع، حدیث (۲۴۵۸) دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۹۹۸ء

5 سورۃ المعارج ۷۰: ۱۹-۲۳

6 جالندھری، فتح محمد، ترجمہ قرآن (القرآن الکریم) فاران فاونڈیشن، لاہور، ۲۰۱۰ء

7 صحیح بخاری، کتاب العتق، باب كراهية التطاول على الرقيق، وقوله: عبدي أو أمتي، حدیث (۲۵۵۴)

8 صحیح مسلم، کتاب القدر (۴۶) باب في الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض المقادير لله (۸) حدیث ۳۴-(۲۶۶۴)

9 أبو عبداللہ محمد بن سلامۃ بن جعفر، مسند الشہاب، باب الْمُؤْمِنُ إِلْفٌ مَأْلُوفٌ، حدیث (۱۲۹) مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶

10 البیہقی، أحمد بن حسین، شعب الایمان، حقوق الاولاد والا ہلین، حدیث(۸۲۹۷) مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء

11 الواقدی، محمد بن عمر بن واقد، المغازی، غزوۂ احد: ۲۱۶، دار الأعلمی، بیروت، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

12 صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر (۳۲) باب استحقاق القاتل سلب القتیل (۱۳) حدیث ۴۲-(۱۷۵۲)

13 محمد رشید بن علی رضا الحسینی، تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار) ۵: ۷۳، الھیئۃ المصریۃ، ۱۹۹۰ء

14 امام أحمد بن محمد بن حنبل، مسند امام أحمد، تتمۃ مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباہلی، حدیث (۲۲۲۱۱) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء

15 الشافعي أبو عبداللہ محمد بن إدریس، المسند، ۱: ۲۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1400ھ

16 سورۃ الحدید ۵۷: ۲۱-۲۳

17 سورۃ النساء ۴: ۳۴

18 مسند امام أحمد، تتمہ مسند الأنصار، حدیث معاذ بن جبل، حدیث (۲۲۱۰۵) مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء

19 صحیح بخاری، کتاب الجمعہ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، حدیث (۸۹۳)

20 صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب: كيف يبايع الإمام الناس، حدیث (۷۱۹۹)

21 أبو عثمان سعید بن منصور، سنن سعید بن منصور، کتاب الفرائض، باب من قطع میراثا فرضہ اللہ، حدیث (۲۹۳) الدار السلفیہ، ہند، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء

22 صحیح مسلم، کتاب الهبات (۲۴) باب كراهة تفضيل بعض الأولاد في الهبة (۳) حدیث ۹-(۱۶۲۳)

23 سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الرحمۃ، حدیث (۴۹۴۱)۔۔۔ سنن الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ما جاء في رحمة المسلمين، حدیث (۱۹۲۴)

24 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۱

25 صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث (۶۴۷۸)

26 سنن الترمذی، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، حدیث (۲۵۰۶)

27 سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الغیبۃ، حدیث (۴۸۷۵)

28 سورۃ الضحیٰ ۹۳: ۹

29 سنن الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب ما جاء في رحمة اليتيم وكفالته، حدیث (۱۹۱۸)

30 مسند احمد، أول مسند البصریین، حَدِيثُ أَبِي بَكْرَةَ نُفَيْعِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ كَلَدَةَ، حدیث (۲۰۴۳۰)

31 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳

32 صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب (۴۵) باب تحريم ظلم المسلم، وخذله، واحتقاره ودمه، وعرضه، وماله (۱۰) حدیث ۳۴- (۲۵۶۴)

33 طبرانی، سلیمان بن أحمد بن أیوب، المعجم الأوسط ۴: ۴۸، حدیث (۳۵۷۹) دار الحرمین، قاہرہ، (س-ن)

34 طبرانی، سلیمان بن أحمد، المعجم الکبیر، ومما أسند أنس بن مالك رضي الله عنه، حدیث (۷۵۱) مکتبہ ابن تیمیہ، قاہرہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

35 المعجم الأوسط، باب من اسمہ محمود ۸: ۴۵، حدیث (۷۹۱۱)

36 سنن الترمذی، أبواب المناقب، حدیث (۳۷۷۴)

37 امام بخاری، أبوعبداللہ محمد بن اسماعیل، الأدب المفرد، بَابُ قُبْلَةِ الصِّبْيَانِ، حدیث (۹۰) دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

38 صحیح بخاری، کتاب المغازی، حدیث (۴۳۰۴)

39 سنن الترمذی، أبواب البر والصلۃ، باب في كظم الغيظ، حدیث (۲۰۲۱)

40 سورۃ فصلت ۴۱: ۳۴

41 سورۃ آل عمران ۳: ۱۳۴

42 سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب (۳۳) باب بر الوالد، والإحسان إلى البنات (۳) حدیث (۳۶۷۱)

43 سورۃ آل عمران ۳: ۱۳۴

44 مسند احمد، تتمہ مسند الأنصار، حدیث معاذ بن جبل، حدیث (۲۲۱۰۵)

45 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۱

46 مسند احمد، مسند الأنصار، حدیث أبی ذر غفاری رضی اللہ عنہ، حدیث (۲۱۳۴۸)

47 سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب مایقال عند الغضب، حدیث (۴۷۸۴)

48 مسند احمد، ومن مسند بنی ہاشم، مُسْنَدُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حدیث (۲۱۳۶)

49 صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، حدیث (۶۱۱۵)